www.novelsclubb.com
رعد
از قلم عشاء افضل
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

رعد

از قلم

عشاء افضل

www.novelsclubb.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رعد

از قلم عشاء افضل

قسط نمبر 3

آج کا دن زخرف نور کے نام تھا۔

ٹی وی سکرین پہ نگاہیں مرکوز کیے برہان کمال اس کو دیکھ رہا تھا جو اپنے سٹائل سے مقابل کو زیر کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔ وہ ہمیشہ اس سے متاثر رہا تھا۔ وہ تھی ہی ایسی کہ اس سے متاثر ہوئے بغیر رہا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ مارننگ شو ابھی جاری و ساری تھا۔ ڈھیروں مداح اس کے بولنے کو غور سے سننے میں مصروف تھے۔ اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کچھ لوگوں کے لیے اہم ثابت ہو رہے تھے۔ وہ کئی

www.novelsclubb.com

لوگوں کی انسپریشن تھی تو کئی اس سے حسد میں مبتلا تھے۔ مگر وہ کیا کہتے ہیں کہ اگر آپ کو برا جاننے کے باوجود بھی لوگ آپ کے بارے میں مکمل خبر رکھتے ہیں تو دراصل وہ آپ کے سر کش مداح ہوتے ہیں۔اور یہ متاثر ہونے والے مداحوں سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ایسے ہی سر کش مداح اس کے خاطے میں بھی آتے تھے۔

شو میں وقفے کا عندیہ دیا گیا۔آخر کو جو لوگ اپنی اشیاء کی تشہیر کے لیے ان کو پیسہ فراہم کرتے ہیں ان کی پراڈکٹ کو عوام کے سامنے بہترین دکھانا ان کے اولین فرائض میں شامل تھا۔اور عوام تو جیسے بیوقوف ہے۔ خیر ہے تو!

بریک کے باعث وہ اٹھ کر سیٹ سے تھوڑا دور چلی آئی۔اس کا میک اپ بالکل فریش تھا اس لیے اسے کسی ٹچ کی ضرورت نہیں تھی اور انٹرویو کے لیے وہ ویسے بھی مکمل تیاری سے آئی تھی۔ایک ورکر کو پانی کی بوتل لانے کا اشارہ کرتے وہ سائیڈ پہ آگئی۔ کیونکہ تھوڑی تازہ ہوا کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ فون ہاتھ میں

www.novelsclubb.com

ہی موجود تھا لیکن وائبریشن موڈ پہ تھا۔ عین اسی لمحے برہان نے اس کے نمبر پہ میسج کیا اور پھر اس کے جوابی میسج کا انتظار کرنے لگا۔ واٹس ایپ چیٹ کھول کر رکھی ہوئی تھی۔ گاہے بگاہے نظر ٹی وی کی جانب بھی کر لیتا۔ وہ ایک سیکنڈ بھی مس نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے بریک میں بھی بار بار چینل دیکھ رہا تھا۔ اچانک فون پہ بیپ ہوئی تو اس نے وجہ جاننی چاہی۔ سونا کالنگ لکھا آ رہا تھا۔ وہ گہرا مسکرایا۔ پھر کال ریسیو کی۔

"میں جانتا تھا کہ تم میسج کا جواب کال سے ہی دو گی۔"

لہجہ نہایت ہشاش بشاش تھا۔ یوں جتایا گویا تمہیں بہت اچھے سے جانتا ہوں۔

"بہت جانتے ہو میرے بارے میں۔"

متاثر کن انداز۔ گویا وہ بہت محظوظ ہوئی ہو۔

"آپ کے بارے میں جانے بغیر گزارا جو نہیں۔"

نہایت دلسوز لہجے میں جواب دیا۔ جس پہ وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"تو مس سونا نے میرا بھیجا تحفہ قبول کر کے مجھے عزت سے نوازا۔"

وہ شو میں اس کو دیکھ کر سب سے زیادہ خوش اس بات پہ تھا کہ اس نے اس کے دیے ہوئے ٹاپس پہن رکھے تھے۔

"میں تحفہ رد نہیں کرتی۔"

ہائی ہیلز سے وہ ادھر سے ادھر چلنے لگی۔ایسے بات کرنے کا بھی اپنا ہی مزہ تھا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

محتاط انداز تھا۔ساتھ ہی صوفہ سے ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا۔

"کہو"

"ماما نے دوبارہ تو کوئی ری ایکشن نہیں دیا؟"

اسے فکر ہو رہی تھی کہ کہیں مائدہ بیگم نے دوبارہ اسے کچھ کہہ نہ دیا ہو آخر کو نیوٹن کے مطابق ہر ایکشن کا ری ایکشن بھی تو ہوتا ہے۔اور ری ایکشن بھی اتنی ہی مقدار

www.novelsclubb.com

بھی ہوتا ہے جتنی مقدار میں ایکشن کیا گیا ہوتا ہے۔اس کے پوچھنے پہ نور کو اپنے چہرے پہ تپش کا احساس ہوا۔یہ تو شکر تھا کہ نشان نہیں بنا تھا۔ورنہ وہ شاید مروت ولحاظ بھی بھول جاتی۔آخر کو اسے اپنی حسن پہ داغ یا نشان نہیں چاہیے تھا۔

"یار تمہاری ماما اور میری ممانی کا ہاتھ بہت زور سے لگا ہے۔"

وہ اس کا دوست تھا تو اس سے کیوں چھپاتی۔اور ویسے بھی اسے بتانا ضروری تھا کہ وہ اس کی خاطر دوسری بار تھپڑ کھا چکی ہے۔

"ماما تمہیں میری وجہ سے کوستی ہیں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے سونا۔"

وہ بھی تو اس کی دوست تھی کزن سے زیادہ وہ دونوں دوست تھے۔

"وہ تو ایسے بی ہیو کر رہی ہیں جیسے تم مر مرا گئے ہو۔"

ہاتھ جھلا کر کہا۔

دل کا غبار وہ اس کے سامنے ہلکا کر سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مارنے میں کوئی کسر بھی تو نہیں چھوڑی تھی تم نے۔"

دوبدو جواب دیا۔بے قصور تو وہ بھی نہیں تھی۔

"برہان کمال"

دانت کچکچا کر اس کا نام پکارا۔گو یا وہ اس کے سامنے ہوتا تو اس کے سر پہ کچھ دے مارتی۔

"اچھا یار غصہ نہ ہو۔پوری بیوٹی کوئین لگ رہی ہو۔غصے سے تمہارے چہرے پہ مسکراہٹ ختم ہو جائے گی۔مجھے مسکراتی ہوئی سونا زیادہ پسند ہے۔"

دلنشین لہجہ۔فکر سے بھرپور الفاظ

"تمہیں بڑا معلوم ہے کہ میں بیوٹی کوئین لگ رہی ہوں۔میں تو اس وقت سادہ سے کپڑوں میں اپنے بیڈ پہ بیٹھی اجاڑ حلیے میں سکرولنگ کرنے میں مصروف ہوں۔"سفید جھوٹ بولا۔ساتھ ہی دماغ نے یکدم ایک احساس جگایا۔

www.novelsclubb.com

"ایک منٹ، ایک منٹ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے تمہارا تحفہ قبول کر لیا۔

میں نے تو ابھی پہنا ہی نہیں۔"

پہلے اس نے غور نہیں کیا تھا لیکن اب اچانک یاد آیا۔

"تمہارا انٹرویو دیکھنے کا بہت مزہ آ رہا ہے۔"

پاپ کارن کھانے دوبارہ شروع کیے۔ اب تو اسے شو سے بھی زیادہ مزہ آ رہا تھا۔

سونا کو چڑانا اسے بے حد پسند تھا۔ وہ اس کی کچھ باتوں سے شدید چڑ جاتی تھی اور

برہان کمال وہ باتیں دہرانا اپنا فرض اول سمجھا کرتا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میرا انٹرویو چل رہا ہے۔"

کھوجتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ بڑی بڑی آنکھیں اس وقت چھوٹی کی ہوئی تھیں۔

"برہان کمال کے لیے کچھ بھی پتا کرنا مشکل نہیں سونا۔"

وہ اتراتے ہوئے بولا۔ ساتھ ہی فرضی کالر بھی جھاڑے۔

www.novelsclubb.com

"میری مخبریاں کرنا اور میرے سوشل اکاونٹ فالو کرنا چھوڑ دو برہان کمال۔ ورنہ پٹ جاوگے۔" تنبیہی انداز میں کہا۔ خوبصورت چہرے پہ ہلکا سا غصہ جھلکا۔

"تمہیں بریک میں اتنا بولنے کون دے رہا ہے۔ رکو ذرا میں شوہوسٹ سے رابطہ کرتا ہوں۔"

حیران کن انداز تھا۔ ساتھ ہی دھمکی کا عنصر شامل کیا۔

"میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی اگر تم نے کچھ ایسا کیا۔"

وہ چہرے پہ جھوٹی مسکراہٹ سجائے ارد گرد نگاہ دوڑاتے ہوئے بولی۔ جانتی تھی کہ وہ کمال فیملی کا اکلوتا جوان تھا۔ مسٹر دانیال کمال کا اکلوتا پوتا اور ہمایوں کمال کا اکلوتا بیٹا۔۔۔ برہان کمال

اس کے لیے کچھ بھی کروانا مشکل نہ تھا۔

"لکھوالو مجھ سے اتنی دور کوئی اینٹ پتھر پارسل نہیں ہونے۔"

وہ مزاحیہ انداز میں بولا۔ گویا آج کی تاریخ کا بہترین لطیفہ سن لیا۔

"میم بریک ختم ہونے سے پہلے آپ کو کچھ گائیڈنس دینی ہے۔"

سیٹ کا ایک کارندہ اس کے پاس آکر اس سے مخاطب ہوا۔

"اوکے۔ میں آرہی ہوں۔ آپ کے ایک ورکر کو پانی لانے کا کہا تھا۔" نور نے اس کو جواب دیا۔

"سوری میم! میں ابھی لے کر آتا ہوں۔" وہ خاموشی سے چلا گیا۔

"تمہارا بلاوا آگیا۔ چلو شاباش۔ اور ہاں بیسٹ آف لک۔"

www.novelsclubb.com

فون کے پار سے جواب دیا۔

"بیسٹ آف لک تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے میں سی ایس ایس دینے جا رہی ہوں۔"

ہاتھ جھلا کر کہا ساتھ ہی شاطرانہ مسکرائی۔

حساب برابر ہوا تھا۔ وہ حساب بے باک کرنے والوں میں سے تھی۔

"کیوں زخموں پہ نمک چھڑکتی ہو یار" وہ شدید بدمزہ ہوا۔

"نہ لیا کرو مجھ سے پنگے۔" نور نے کھٹاک فون بند کیا۔ برہان کمال کا موڈ غارت ہوا۔

وہ واپس صوفہ پہ آکر بیٹھی اور ان کی ہدایات کو غور سے سننے لگی۔ بریک ختم ہوا تو دوبارہ سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور پھر خیریت سے اس کا انٹرویو مکمل ہوا۔ ڈھیروں داد سمیٹتے وہ واپس گھر لوٹی۔

____

پہلی منزل پہ موجود آفس میں الیکٹرک ہیٹر کے باعث ماحول میں خنکی شامل حال ہوئی۔ اس نے اپنا کوٹ کرسی کی پشت پہ ڈال رکھا تھا۔ کنپٹی مسلتے کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹا کر آنکھیں کھولیں پھر ہائی نیک کے گلے کو تھوڑا نیچے کی جانب کھسکایا۔ ماحول ضرورت سے زیادہ گرم ہو چکا تھا۔ ریموٹ سے ہیٹر بند کیا۔

دوبارہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور ایک انگلی سے پیشانی مسلتے وہ سوچ وبچار میں مصروف تھا۔

اس نے چند منٹ کا انٹرویو ہی سنا تھا اور اس کے کان پک چکے تھے۔

"بیوقوف لوگ"

بے اختیار کہا۔اسے لوگوں کی اسے داد دینے کی وجہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔اس نے کونسا عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا جو لوگ اس کے پیچھے پاگل ہورہے تھے۔سچ کہتے ہیں دنیا میں بیوقوفوں کی کمی نہیں۔

اس انٹرویو میں اس نے اپنی پہلی فلم میں نبھائے جانے والے کردار سے متعلق کچھ معلومات فراہم کی تھیں۔اپنے برلن جانے کی تاریخ بھی بتائی تھی۔حدید عالم نے تاریخ دہرائی۔

پھر کرسی سے اٹھ کر وہ اپنے آفس کی ونڈو کے پاس آیا۔ بلائنڈر ہٹا کر باہر کا نظارہ دیکھا۔ اس کا آفس پہلی منزل پہ تھا۔ اس لیے زیادہ دور کے نظارے دکھائی نہیں دیتے تھے۔

چند لمحے وہ یہیں کھڑا رہا پھر بلائنڈر کے ذریعے اندر کی دنیا کا باہر کی دنیا سے ناتا توڑا۔ آگے بڑھ کر ٹیبل سے فون اٹھایا اور ایک نمبر ملایا۔

"میں تمہیں کسی کی کچھ تفصیلات بھیج رہا ہوں پتا لگاؤ کہ اس کی برلن کی فلائٹ کس دن اور کس وقت ہے۔"

فون کی دوسری جانب سے مثبت جواب ملتے اس نے فون بند کر کے واپس ٹیبل پہ رکھا۔ وہ واپس اپنے کام نپٹانے لگا۔ لیکن ذہن کسی اور جگہ ہی اٹکا ہوا تھا۔ دو گھنٹے بعد اسے اس کا مطلوبہ جواب موصول ہو چکا تھا۔ اس نے انٹرکام پہ حکم جاری کیا۔ پانچ منٹ بعد اس کے آفس کے دروازے پہ دستک ہوئی۔

"ڈینیل رچرڈ کس روز برلن آرہا ہے؟"

سرسری لہجے میں پوچھا۔

"سر جنوری کی گیارہ تاریخ کو۔" مودبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"ان کو ریسیو کرنے اس بار میں جاؤں گا۔"

وہ ان کے بہترین کلائنٹس میں سے ایک تھے۔ ہر بار ابراہیم وجدانی ان کو ریسیو کرنے جاتے تھے۔ مگر اس بار حدید عالم نے جانے کی حامی بھری تھی۔ آنے والا "جی سر" کہہ کر واپس چلا گیا۔ اس نے اب فون پہ ڈیڈ کے نام سے سیو نمبر نکالا اور کال ملائی۔ حال احوال جانا پھر مدعے پہ آیا۔

"ڈیڈ اس بار میں ڈینیل رچرڈ کو خود ائیر پورٹ پہ ریسیو کرنے جاؤں گا۔"

اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ لیکن ابراہیم صاحب کو جھٹکا بھی دے ڈالا۔ کم از کم ابراہیم وجدانی کے لیے یہ خبر دھماکہ خیز ہی تھی ورنہ حدید عالم اور کسی کو ریسیو کرنے خود جائے۔ ہو ہی نا جائے۔

"آر یو شیور؟"

انہیں حیرت ہوئی کیونکہ حدید عالم کسی کلائنٹ کو زیادہ سر پہ نہیں چڑھاتا تھا۔

"سوچا کچھ نیا بھی کرنا چاہیے۔"

ایسے جواب دیا گویا کلائنٹ کو لینے نہیں بلکہ ایڈوانچر کرنے جا رہا ہو۔

"ضرور بیٹا۔اب میں بوڑھا ہو رہا ہوں تم یہ سب دیکھ لوگے تو میرے لیے آسانی رہے گی۔"

وہ اس کے مشکور ہوئے۔

"خیر بوڑھے تو آپ نہیں ہوئے ہیں۔"

خاصا جتانے والا لہجہ تھا۔

"تو کیا میں لاٹھی پکڑ کر چلوں گا یا میرے دانت مسوڑوں کا ساتھ چھوڑیں گے یا پھر جھریوں سے چہرے پہ بڑھاپا جھلکے گا تو ہی تمہیں یقین آئے گا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ناراضی بھرا لہجہ تھا۔

"مطلب کہ آپ کو خوشی ہوتی ہے اگر کوئی آپ کو بوڑھا کہے؟"اس نے حیران کن لہجے میں استفسار کیا۔

"کس بیوقوف کو بوڑھا کہلوائے جانے پہ خوشی ہوتی ہے؟"

وہ برا منا گئے۔حدید مسکرایا۔

"اچھا ینگ مین آپ ریسٹ کریں۔میں سب دیکھ لوں گا۔"

اس کے پاس فلحال وقت کم تھا اس لیے الوداعی کلمات کہتے اس نے رابطہ منقطع کیا۔

فون بند کر کے ٹیبل کے کنارے پہ پہلو ٹکایا۔پاوں متضاد سمت میں کیے ہوئے تھے۔چہرہ پہ ایک عجیب سی سرشاری رقص کر رہی تھی۔

"ویلکم ٹو برلن مس زخرف نور"

www.novelsclubb.com

چہرے پہ ایک لمحے کو مسکراہٹ در آئی۔

وہ انٹرویو سے واپسی پہ نانا جان سے ملنا چاہتی تھی۔آج اسے ان کو بھی اپنے مستقبل کے ارادے سے آگاہ کرنا تھا۔گاڑی کو منسٹر دانیال کمال کے آفس کی جانب جانے والی سڑک پہ ڈالا۔ذہن نے کچھ دیر قبل منعقد کردہ شو کو دہرایا تو آنکھوں میں چمک در آئی۔اور باچھیں کھل گئیں۔

"آہ نور! ہے کوئی تم جیسا"

اپنے انٹرویو کو یاد کرتے وہ پر مسرت ہوئی۔ڈرائیونگ کرتے ہوئے گاہے بگاہے وہ فون پہ بھی نگاہ ڈال رہی تھی۔پیغامات کا سلسلہ تھا جو بڑھتا ہی جا رہا تھا۔وہ لوگ جو پہلے اسے کسی خاطر میں نہیں لاتے تھے وہ بھی اب نور نور کر رہے تھے۔

"خود غرض، مطلبی انسان۔۔۔ہونہہ"

ماتھے پہ لکیریں ڈالے پیغامات دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔ پھر سڑک کی جانب دیکھا تو سگنل کی ہری بتی بجھ کر سرخ بتی جلتی دکھائی دی۔ اس نے دانتوں تلے لب دبائے۔ اب اس کے ایڈوانچر کا وقت شروع ہوا تھا۔ اس نے گاڑی آہستہ کرنے اور روکنے کی بجائے رفتار مزید بڑھائی۔ سگنلز توڑنا اس کا پسندیدہ کام تھا۔ مہارت سے سگنل توڑ کر سڑک کی دوسری جانب جاتے ہوئے وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔

نانا جان کا دفتر آ چکا تھا۔ اس نے گیٹ پار کیا کیونکہ اس کو روکنے کی کسی میں جرات نہ تھی۔ مرکزی دروازے کے سامنے گاڑی روک کر باہر نکلی کیونکہ گاڑی پارک کرنا اسے سخت بیزاری کی کیفیت سے گزارتا تھا۔ ویسے بھی یہاں اس کی ضرورت نہ تھی۔ وہ دفتر کے اندر جانے لگی تو ہمایوں کمال کو باہر کی طرف بڑھتا دیکھ رک گئی۔ گہرے سرمئی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس وہ کچھ کاغذات ہاتھ میں لیے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ دفتر سے باہر نکل رہے تھے۔

"کیسے ہیں ماموں جان؟"

www.novelsclubb.com

اس نے آگے بڑھ کر ان کے سامنے آتے ہوئے عزت و محبت سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو؟"

انہوں نے ایک نظر اس پہ ڈالی۔ وہ خوب تیار تھی۔ انہوں نے سر جھٹکا۔ پھر جواب دیا۔ نارمل سا انداز تھا۔ نہ محبت نہ نفرت

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ نانا جان سے ملنے آئی ہوں۔"

اپنا حال بتانے کے ساتھ ہی اپنے آنے کی وجہ بھی بتائی۔

"مل لو۔ اپنے آفس میں ہی ہیں۔" ہاتھ میں موجود کاغذات کو درست کرتے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔ نور نے "جی" کہا تو وہ آگے بڑھ گئے۔

نور نے سیڑھیاں عبور کرتے دوسری منزل پہ موجود منسٹر دانیال کمال کے آفس کا دروازہ ناک کیا۔

"آجاؤ نور"

اندر سے آواز ابھری تو اس نے منہ بنایا اور آفس کے اندر آئی۔ وہ سربراہی کرسی سے اٹھ چکے تھے۔ موتیے رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ بھورا کوٹ پہن رکھا تھا۔ بارعب شخصیت پہ قومی لباس خاصا جچ رہا تھا۔ نور نے آنکھیں چھوٹی کر کے انہیں دیکھا کم اور گھورا زیادہ۔

"اٹس ناٹ فیئر منسٹر صاحب"

ناراض لہجے میں بولی۔

وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے نہ پہچانیں۔

"تمہارے علاوہ کوئی ایسے بچگانہ ناک نہیں کرتا نور" مسکراہٹ دبائے جواب دیا۔

پھر آگے بڑھ کر بازو پھیلائے جن میں نور مکمل سما گئی۔

"سوچا اس بار آفس جا کر ہی مل لوں۔"

ان کے سینے سے لگے اپنے آنے کی وضاحت دی۔

"تمہیں ہر جگہ آنے کی اجازت ہے بیٹا۔ وضاحت نہ دو۔"

اس کے بالوں پہ بوسہ دیتے جواب دیا۔ پھر وہ ان سے علیحدہ ہوئی۔ دانیال کمال سائیڈ پہ رکھے صوفوں میں سے ایک کی جانب اسے لے کر چلے۔ وہ صوفہ پہ بیٹھ گئی۔ آفس کا ماحول گرم تھا اس لیے جو ہلکا سا ٹھنڈ کا احساس تھا وہ بھی دم توڑ گیا۔

"اپنا پسندیدہ قہوہ پلا دیں۔" فرمائش کرتے ہوئے اس کے چہرے پہ دھنک رنگ تھے۔ دانیال کمال کو خوشی ہوئی۔ انٹرکام اٹھا کر نمبر ملایا۔ اس کے اور اپنے لیے قہوہ لانے کا کہا۔

"قہوہ تو آ جاتا ہے لیکن تم یہ بتاؤ کہ نانا کو اب بتانے آئی ہو۔"

وہ پر شکوہ ہوئے۔ وہ جانتی تھی کہ نانا اس کی مکمل مخبری کرواتے ہیں۔ اس لیے یہ خبر ان تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ نور نے ان کا ہاتھ تھام کر ان کو اپنے برابر بٹھایا۔ اس نے ان کا ہاتھ نہیں چھوڑا اور نا ہی انہوں نے چھڑوانے کی کوشش کی۔

"بتانے نہیں جازت لینے آئی ہوں۔"

ان کے شفقت بھرے چہرے کی جانب دیکھ کر معصومیت بھرے انداز میں کہا۔

"سب طے ہونے کے بعد کونسی اجازت؟"

وہ برہم ہوئے۔اسے احساس ہونا چاہئے تھا کہ وہ اس کے لیے کتنے فکر مند رہتے ہیں۔

"آپ کہیں گے تو رک جاوں گی۔" دوبدو کہا۔آنکھوں میں سچائی کا عکس نمایاں تھا۔دانیال کمال نے اس کی سچائی کو دیکھا کیونکہ اسے پرکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

"اور میں کبھی یہ کہوں گا نہیں"

اپنے ارادے سے بھی آگاہی دی۔

"اسی لیے تو مجھے فکر نہیں تھی۔آپ نے منع نہیں کرنا تھا۔" نظریں ان کے چہرے پہ ہی تھیں ان کے جواب پہ آنکھ کا کونا دبایا۔

"بہت بڑی ڈرامے باز ہو۔"

وہ اس کے سر پہ چپت لگاتے ہوئے بولے۔انہیں پکا یقین تھا اس لڑکی سے زیادہ ایکٹنگ ان کے خاندان میں کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

"اونہوں۔۔۔اب تو فلم کی ہیروئین کہیں۔"

کیا ہی شاہانہ انداز تھا۔اٹھی ہوئی مغرور گردن کے ساتھ اترا کر بولی۔

"سیکنڈ لیڈ بچے۔۔سیکنڈ"

وہ اسے تنگ کرنے لگے۔

"موڈ نہیں خراب کریں میرا۔ویسے بھی آپ ہی کہتے ہیں کہ انسان چھوٹے چھوٹے قدموں سے آگے بڑھے تو اچھا ہے۔اچانک ملنے والا عروج اچانک زوال کا

باعث بنتا ہے۔ تو مجھے عروج اور زوال میں اعتدال چاہئے۔ نہ اچانک اٹھنا چاہتی ہوں اور نہ گرنا۔"

کافی سمجھداری سے کہا۔

"واہ واہ"

داد دینے والا انداز تھا۔ وہ اس کی بات سے مکمل متفق تھے۔

اسی اثنا میں دروازے پہ دستک ہوئی۔

دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی آواز پہ وہ بے اختیار مسکرائی۔

"توبہ ہے دروازہ بجانے میں بھی اتنی تمیز"

وہ یقیناً دروازہ بجانے والے کی تمیز کی قائل ہوئی۔ آنے والے نے ان کے سامنے موجود ٹیبل پہ قہوہ رکھا۔ نور اس کو گھورنے میں مصروف عمل ہوئی۔ نانا نے اس کی حرکت کو بغور دیکھا۔

"تم وہی ہو نا جو اس دن میری گاڑی سے ٹکرائے تھے۔"

مشکوک نظروں سے اس کو دیکھ کر استفسار کیا۔

وہ ایک ٹانگ سے لنگڑا کر چلتا ہوا شخص جانا پہچانا سا تھا۔اس نے نگاہیں نور کی جانب کیں پھر کچھ یاد کرتے مثبت انداز میں سر ہلایا۔دانیال کمال نے نفی میں سر ہلایا۔یہ لڑکی ان کے سٹاف کو یقیناً معذور کرنے والی تھی۔

"تم ٹھیک ہو اب؟"

فکرمندی سے پوچھا۔

جس کو خود ٹھوکا ہو اس کی عیادت تو لازم و ملزوم تھی نور پہ

"جی میڈم جی"

اس لڑکے نے نہایت تابعداری سے کہا۔حالانکہ اس کا لنگڑا کر چلنا ہی اس بات کی دلیل کے لیے کافی تھا کہ بیچارا ابھی تک تکلیف کا شکار ہے۔

"نانا آپ اس کو چھٹی دے دیں کچھ دن۔اور تنخواہ نہیں کاٹنا۔"

پچھتاوے سے بھی تو نکلنا تھا۔اس لیے نانا سے فیور کا کہہ ڈالا۔

"جاو بچے چھٹیاں مناو۔"

انہوں نے فوری اسے چھٹیاں عنایت کیں۔وہ شخص نور کا ممنون ہوا۔

"بہت شکریہ صاحب جی"

سانولے رنگ والا وہ شخص بہت مشکور ہوا۔

"رکو ذرا"

www.novelsclubb.com

وہ دروازے کی طرف جا رہا تھا کہ دانیال کمال کی پکار پہ رک گیا۔

"جی صاحب جی"

سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔گویا انکار ہی نہ کر دیں۔ویسے بھی ان سیاست

دانوں کا کونسا بھروسہ تھا۔پل میں تولہ پل میں ماشہ

"یہ چند پیسے بھی رکھ لو۔اپنی ٹانگ کا صحیح سے علاج کرواو۔"

انہوں نے اپنی جیب سے والٹ نکال کر چند(جوان کے نزدیک چند تھے لیکن اس سانولے لڑکے کے لیے بہت زیادہ تھے)نکال کر اس کے آگے کیے۔اس لڑکے نے اپنی سوچ پہ لاحول ولا قوۃ پڑھا۔کتنا غلط گمان کیا تھا اس نے اس عظیم انسان کے بارے میں۔

"اللہ تہواڈے اوتے ریم کرے(اللہ آپ پہ رحم کرے)"

بے ساختہ دعا دی۔جس پہ منسٹر صاحب نے سر ہلایا گویا کہا ہو شکریہ دعا کے لیے۔نور کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔وہ سانولے رنگ والا لڑکا پر مسرت سا دفتر سے نکل گیا۔

"شکریہ ناناجان"

وہ ان کے شانے سے لگ کر پر مسرت سی بولی۔

"میں تمہارے حصے کے سارے نقصان بھی اپنے سر لے لوں بچے۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔"

اس کے گرد حصار قائم کر کے شفقت سے کہا۔ جس پہ نور کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"میں بالکل ٹھیک کہتی ہوں۔"

کندھے سے سر اٹھا کر ان کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا؟" سوالیہ انداز۔

"اس پوری دنیا میں نور کو مسٹر دانیال کمال سے زیادہ کوئی نہیں چاہ سکتا۔"

www.novelsclubb.com

سچے دل سے کہا۔ دانیال کمال مسکرائے۔

"اب تو ایکٹنگ کے ساتھ مکھن بھی لگانے لگی ہو۔"

وہ اس کی تعریف پہ قہقہہ لگا گئے تھے۔

"آپ کا کیا جاتا ہے۔ انجوائے کریں تعریف کو۔"

انتہائی غیر سنجیدہ انداز تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ جرمنی جا کر کہاں رہو گی؟"

وہ اب ازلی بزرگوں والی ٹون میں آ گئے۔ جنہیں ہر چیز کی تفصیل چاہئے ہوتی ہے۔

"جو جگہ فلم ڈائریکٹر دے گا وہیں رہوں گی۔ہاں البتہ نازش آنٹی کی طرف بھی چکر لگا لوں گی۔"

قہوہ کا گھونٹ بھر کر تسلی سے بتایا۔دانیال کمال کا سکون غارت ہوا۔

"نازش؟ عائشہ کی دوست؟" کنفرم کرنا چاہا۔

"اور کون ہو سکتی ہیں؟"

سادگی سے کہہ کر دوبارہ قہوہ کا گھونٹ بھرا تو گرم قہوے نے خوراک کی نالی سے گزر کر معدے میں جاتے ہوئے گرم سا احساس پیدا کیا جو موسم کے حوالے سے کافی خوش کن ثابت ہوا۔

www.novelsclubb.com

"وہ وہاں کیا کر رہی ہے؟"

ان کے تاثرات پل بھر میں ہی سنجیدہ ہوئے۔

"اب ہر کوئی میرے بابا کی طرح ایمان دار تھوڑی ناہوتا ہے نانا جان"

"یعنی اس کا شوہر اپنی فیملی سمیت آج کل جرمنی میں ہے۔"

پر سوچ انداز تھا۔ جس پہ نور نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا میں نے پوچھنا تھا کہ آپ کو کچھ چاہئے جرمنی سے تو بتا دیں۔ میں ضرور لے کر آؤں گی۔"

www.novelsclubb.com

اسے اچانک یاد آیا۔ منسٹر صاحب نے اسے دیکھا وہ پر شوق سی دکھی۔ ان کے تاثرات بھی ڈھیلے پڑے۔ وہ زیر لب مسکرائے۔

"مثلاً کیا لاؤ گی؟"

"جو آپ کہیں۔" پرجوش ہو کر کہا۔ جس پہ دانیال کمال سوچنے کی اداکاری کرنے لگے۔

"ابھی کچھ یاد نہیں آرہا ہے لیکن میں تمہیں فون پہ بتاؤں گا کہ کیا لے کر آنا ہے۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ اچھے سے سوچ لیں۔ اب میں جا رہی ہوں۔ بہت کام کرنے ہیں ابھی۔"

اپنا کلچ ٹیبل سے اٹھا کر اس نے گویا جانے کا عندیہ دیا۔

"اللہ کی امان میں جاو بچے"

انہوں نے اسے دعا دی۔ وہ دروازے تک آئی پھر مڑی۔

"ماما سے مل لیجیئے گا۔ اب تو میں بھی نہیں ہوں یہاں۔ آپ دونوں کے درمیان جو بھی رنجش ہے اسے دور کر لیں۔"

www.novelsclubb.com

حسرت سے کہا جس پہ دانیال کمال نے سر کو ہلایا۔وہ چلی گئی۔ لیکن منسٹر دانیال کمال کو ماضی کے جھروکوں میں غرق کر گئی۔

وہ اس شہر کی نامور شخصیت شمار کیے جاتے تھے۔اپنے خاندان کے پہلے سیاسی فرد جنہیں دن بہ دن ترقی پہ جاتا دیکھ پورا خاندان خاکستر تھا۔انہیں بہت لطف آتا تھا ان کی ایسی حالت دیکھ کر۔جلتے کو مزید جلانا انہیں بے حد پسند تھا۔

وہ اپنے بچوں کو بھی اعلی مقام پہ دیکھنے کے خواہاں تھے۔گو کہ ان کا ایک ہی بیٹا اور ایک ہی بیٹی تھی لیکن وہ بیٹی سے زیادہ اٹیچ تھے۔ویسے بھی ان کے خاندان میں بیٹیوں کو بیٹوں پہ فوقیت دی جاتی تھی۔

اپنی بیٹی کے لیے انہیں کوئی ایسا انسان چاہیئے تھا جو اپنا نام اور مقام رکھتا ہو۔گو کہ ان کے خاندان میں کافی لڑکے موجود تھے لیکن وہ کسی کو عائشہ کے قابل نہ سمجھتے تھے۔عائشہ کمال میڈیکل کی سٹوڈنٹ تھی۔وہ ان کے خاندان کی پہلی ڈاکٹر بننے

والی تھی۔ ہمایوں کے مقابلے میں وہ کافی ذہین اور پرکشش تھی۔ دانیال کمال کو عائشہ سے زیادہ لگاو کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ان کا نام روشن کر رہی تھی۔

یہ انہی دنوں کی بات تھی جب ان کے ایک دوست جو فوج میں تھے وہ ان سے ملاقات کرنے آرمی کینٹ گئے۔ یہاں پہلی بار ان کی ملاقات میجر آدم محمود سے ہوئی۔ وہ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھنے والا پر نفیس، پرکشش، خوبصورت اور رعب دار شخصیت کا مالک تھا۔ ان کی چال ڈھال، بات کرنے کا انداز، عادات و اطوار سب اتنا متاثر کن تھا کہ دانیال کمال جیسا انسان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

پہلی ملاقات میں ہی آدم محمود سے انسیت محسوس کرتے ہوئے وہ واپس آگئے تھے۔ ان کی بیٹی عائشہ کی تعلیم بھی اپنے آخری مراحل میں تھی۔ وہ اسے اپنی بیٹی کے لیے سوچنے لگے۔

ایک دن تو انہوں نے اپنی بیگم سے باقاعدہ اس کا ذکر بھی کیا۔ جس پہ وہ شش و پنج کا شکار ہو گئیں۔

www.novelsclubb.com

"آپ جانتے ہیں فوج والوں کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔"

نصرت بیگم نے انکار کا پہلا اور سب سے اہم جواز پیش کیا۔

"بھروسہ تو سیاسی لوگوں کی زندگی کا بھی نہیں ہوتا تو تمہارے والدین نے تمہیں مجھ سے کیسے بیاہ دیا۔"

ابرو اچکا کر پوچھا بیک وقت انہیں لاجواب بھی کر دیا۔ وہ خاموش ہو گئیں۔ لیکن ابھی یہ بات عائشہ کی تعلیم مکمل ہونے تک دب گئی تھی۔

لیکن خدا کو جانے کیا منظور تھا۔

www.novelsclubb.com

____

آج نور کی فلائٹ تھی۔ دو روز قبل ہی وہ اپنے دوستوں کو ٹریٹ دے چکی تھی۔

آخر کو جب اس کی مرضی ہونی تھی اسی وقت یہ وقوع پذیر ہونا تھا۔ آج جنوری کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گیارہ تاریخ تھی۔یعنی آج اس کی برلن کی فلائٹ تھی۔اسے وقت پہ ائیر پورٹ پہنچنا تھا۔

"جلدی کرو نور ورنہ فلائٹ مس کر دو گی۔"

عائشہ نے گاڑی میں اس کا سارا سامان ٹھیک کر کے رکھنے کے بعد اس کے کمرے میں آ کر کہا۔

"بس ماما ہو گیا۔بس لیپ ٹاپ کا چارجر نہیں مل رہا تھا۔"

"تم لیپ ٹاپ پہ کیا کرو گی؟"

"کچھ تو کروں گی۔"

"اچھا چلو اب۔ہسپتال میں ایمرجنسی کیس ہے مجھے جلد از جلد وہاں بھی جانا ہے۔"

وہ ہاتھ پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے پریشانی اور عجلت میں بولیں۔

www.novelsclubb.com

"اچھا میری ماں چلیں۔"

اسے چار جرمل چکا تھا۔ وہ دونوں تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھیں۔

آج گاڑی عائشہ ہی ڈرائیو کر رہی تھی ویسے بھی نور اپنی ماما کے ساتھ کبھی بھی ڈرائیونگ نہیں کرتی تھی۔ ورنہ یقیناً آئندہ اسے گاڑی چلانے کی اجازت ہی نہ دی جاتی۔

فیصل آباد ائیر پورٹ سے ہی اس کی فلائٹ تھی۔ فلم ڈائریکٹر، مرکزی کردار نبھانے والی ہیروئین اور کیمرہ ٹیم سے دو چار لوگ شامل تھے جو اسی فلائٹ سے برلن جانے رہے تھے۔ فلم کا ہیرو پہلے ہی جرمنی جا چکا تھا۔ باقی ٹیم کی کل کی فلائٹ تھی۔ گویا ان سب کو برلن میں جمع ہونا تھا۔

عائشہ نے پارکنگ میں گاڑی لگائی۔ پھر وہ دونوں باہر آئیں۔ اپنا سامان گاڑی سے باہر نکال کر ٹرالی پہ لوڈ کیا۔ پھر ٹرالی دھکیلتے ہوئے اپنی ٹیم کی جانب بڑھی جن میں

آدھے پہنچ چکے تھے اور آدھے ابھی راستے میں تھے۔سب ایک دوسرے سے رابطے میں تھے۔

خاکی جینز پہ سفید ٹی شرٹ جس کے اوپر بھورالانگ کورٹ خوب جچ رہا تھازیب تن کیے نور بدیسی ہی دکھ رہی تھی۔رہی سہی کسراس کے سبز لینزاور ہلکے میک اپ سے سجے چہرے نے پوری کردی تھی۔سنہری بالوں کو کرل دے کر آگے پیچھے پھیلایا ہواتھا۔اتنی ہی دیر میں فلم کی مرکزی ہیروئین تشریف لاچکی تھی۔اس نے نور کو دیکھ کر حسد سے رخ موڑا۔نور نے اس کی حرکت کو بغور دیکھا۔پھر گردن اکڑا کر مسکرائی۔سب اس کے حسن سے جلتے تھے۔اوراس حسن پہ بلااس کی نزاکت مقابل جائے بھی تو کہاں جائے۔اس نے ناک سکوڑااورماں کے گلے لگی جواس وقت سے فلم ڈائریکٹر سے ضروری تفصیلات لے رہی تھیں۔آخر کوماں جو ٹھہریں۔

"عائشہ بیگم آپ بہت یادآئیں گی۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ان کے سینے سے لگے وہ روہانسے لہجے میں بولی۔ پہلی بار ماں کے بغیر اتنی دور جا رہی تھی۔ وہ بھی وہاں جہاں کوئی اس کا اپنا نہیں تھا۔ اتنے اجنبیوں کے درمیان جہاں کوئی اس کا خیال رکھنے والا نہ تھا۔ اس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔ اپنے سے منسلک رشتوں کو چھوڑ کر جانے کی تکلیف دل میں ٹیس بن کر اٹھ رہی تھی۔ دماغی خیالات تو کہیں بہت پیچھے جا سوئے تھے۔ اور ایسے حالات میں ویسے بھی دل سبقت لے جاتا ہے۔ عائشہ نے اس کی کمر پہ تھپکی دے کر دلاسہ دیا۔ ان کا چہرہ بھی اس وقت مرجھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

"جانتی ہو نور میرے پاس تمہارے سوا کچھ نہیں بچا۔" انہوں نے کئی بار بولا جانے والا اپنا فقرہ دہرایا۔ نور نے ان سے الگ ہوتے تیزی سے سر ہلایا۔

"تم میرا واحد اثاثہ ہو نور۔ اپنی حفاظت کرنا۔ کیونکہ۔۔۔"

"نور کے علاوہ کوئی اس کی ماں کے پاس نہیں ہے۔"

www.novelsclubb.com

اس بار نور نے ان کی بات اچک لی۔ عائشہ اس کی چالاکی پہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔ وہ ایموشنل سین میں بھی کچھ غیر سنجیدہ کر ہی جاتی تھی۔ اس کی یہی زندہ دلی انہیں پسند تھی۔

"اپنا خیال رکھئے گا ڈاکٹر صاحبہ"

ماں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر ان کو تاکید کی۔

"جب تم زیادہ دکھی یا زیادہ خوش ہوتی ہو تو مجھے ماں کہنا بھول جاتی ہو۔"

انہوں نے اسے باور کروایا۔ جس پہ وہ شرارتی سا مسکرائی۔

فلائٹ کا وقت ہو گیا۔ بورڈنگ کے لیے نام بولے جانے لگے۔ اس کا نام بولا گیا۔

آخری بار اپنی ماں کے گلے لگتے اس نے انہیں الوداع کہا پھر بھاری دل کے ساتھ وہ دونوں متضاد سمت میں چل دیں۔

دو مختلف راہوں کے مسافر دو مختلف منازل کی جانب بڑھ گئے۔

جہاز نے اڑان بھری اور یہ پرواز جرمنی کے سب سے گنجان آباد شہر برلن میں جا کر لینڈ ہوئی۔ قدیم اور جدید طرز کا یہ شہر سیاحوں کو اپنی جانب راغب کرتا تھا۔ اس شہر میں موجود تاریخی اور ثقافتی مقامات دیکھنے کے لائق تھے۔ دریائے سپری کے کنارے واقع یہ شہر جرمنی کا دارالحکومت تھا۔ مگر اسے اس شہر سے کوئی خاص وابستگی نہ تھی۔ برلن جانا کبھی اس کا شوق یا خواب نہیں رہا تھا۔ ہاں وقت کا تقاضا تھا کہ سے اس شہر آنا پڑا۔ لیکن اگر وقت نے اسے اتنے خوبصورت شہر کو دیکھنے کا موقع دیا تھا تو وہ اسے ضائع بھی نہیں کرنے والی تھی۔ اس نے پہلے سے سوچ رکھا تھا کہ اسے برلن کو ایکسپلور کرنا تھا۔

اس نے برلن کی سرزمین پہ پہلا قدم رکھا۔ عین اسی وقت حدید عالم نے اپنی گاڑی سے باہر نکلتے ائیرپورٹ پہ قدم دھرا۔ ہاتھ میں پہنی قیمتی اور مہنگی گھڑی پہ وقت دیکھا۔ وہی وقت جو کسی اعلی یا ادنی گھڑی کا محتاج نہیں ہوتا۔

www.novelsclubb.com

وہ حدید عالم کے شہر آچکی تھی۔ مگر اس لمحے اس کا دماغ سراسر اس بات کو فراموش کیے ہوئے تھا۔ وہ اپنے پہلے سفر کے بارے میں سوچ کر پر جوش تھی۔

وہ جہاز سے باہر نکلی تو سرد ہوا کے جھونکوں نے اس کا استقبال کیا۔ صد شکر تھا کہ عائشہ بیگم نے اسے لانگ کورٹ پہنا کر بھیجا تھا۔ ورنہ اس کو آتے ہی بیمار ہونا پڑتا۔ احتیاط کے طور پہ اس نے ایک بینی (خاص قسم کی ٹوپی) سر پہ رکھی۔ سنیکرز کے ساتھ لانگ کورٹ اور سر پہ موجود یہ ٹوپی۔۔۔ وہ برلن کی باسی لگ رہی تھی۔ وہ اس وقت بچوں کی طرح پر جوش سی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ آخر کو پہلی بار پاکستان سے باہر آئی تھی۔ اس کے چہرے پہ خوشی اور مسرت کے تاثرات واضح تھے۔ سارے اندیشے کہیں دور جا سوئے تھے۔

ائیر پورٹ کے اندر آتے ہی وہ ڈینیل رچرڈ کی تلاش میں ارد گرد دیکھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

وہ اپنی ٹیم کے ساتھ ہی موجود تھی جب اچانک ایک لڑکی بھاگتے ہوئے اس کی طرف آئی اور جھٹکے سے اس کے گلے لگی۔ نور نے شاکی کیفیت میں ان حالات کو سمجھنے کی کوشش کی۔

"نور میم۔۔۔ نور میم میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔"

وہ لڑکی شدت جذبات سے اس سے لپٹے ہی بولی۔ اپنی پسندیدہ شخصیت کو دیکھ کر جیسے انسان اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے وہ لڑکی بھی کچھ ایسے ہی اپنے حواسوں سے باہر معلوم ہو رہی تھی۔ اب وہ اسے اس کی ویڈیوز کے بارے میں بتا رہی تھی کہ وہ اس کی ایک ایک ویڈیو کتنی بار دیکھ چکی تھی۔ پھر وہ اس کی خوبصورتی کی تعریف کرنے لگی۔ نور کو حالات سمجھ میں آئے تو وہ دانتوں تلے لب دباتے مسکرائی۔ تو اس کا مطلب تھا کہ اس کی شہرت کے چرچے جرمنی تک پہنچ چکے تھے۔ دل ہی دل میں خود کو داد دی۔ گردن مزید اکڑ گئی۔

پاس کھڑی ٹیم کافی محظوظ ہوئی۔یعنی ان کی فلم کی سیکنڈ لیڈ کافی مشہور ہو چکی تھی۔ یہ ان کے لیے مثبت بات تھی۔ لیکن فلم کی مرکزی ہیروئین ذرا ناراض سی دکھائی دی۔وہ کن اکھیوں سے نور کو گھور رہی تھی۔ فلم ڈائریکٹر نے اس کے تاثرات دیکھے تو بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"ایک تو یہ لڑکیاں کبھی کسی دوسری لڑکی کی تعریف برداشت نہیں کر سکتیں۔"

وہ ہلکی آواز میں کیمرہ مین ٹیم کے ایک فرد کے کان میں بڑبڑایا۔ مگر اسے کچھ نہیں کہا۔وہ اپنی ہیروئین کو ناراض نہیں کر سکتا تھا۔

حدید عالم کے ساتھ ایک سیکیورٹی گارڈ موجود تھا۔وہی جس کے ہیلو کا جواب حدید عالم کبھی نہیں دیتا تھا۔ارد گرد نگاہ دوڑانے پہ اسے مطلوبہ انسان نظر آ گیا۔

"میم کیا آپ میرے ساتھ ایک سیلفی بنائیں گی پلیز۔"

وہ لڑکی جرمن نہیں لگتی تھی لیکن حلیہ جرمنی کی لڑکیوں جیسا ہی تھا۔ وہ ان کے ثقافتی لباس میں تو ملبوس نہیں تھی مگر کالے کھلے جینز کے پاجامے کے ساتھ تنگ سفید ڈریس شرٹ اور اس کے اوپر بلیک جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔

"شیور ڈئیر"

نور نے مسکرا کر اس کے ساتھ مختلف پوز بناتے سیلفیز بنوائیں۔

ڈینیل رچرڈ سے ہاتھ ملا کر اس نے جرمن میں ہی اسے خوش آمدید کہا۔ جس پہ وہ خوش ہوا۔ اس بار حیرت انگیز طور پہ حدید عالم اسے لینے آیا تھا۔ یہ ان کے لیے خوش آئند بات تھی۔ ورنہ ڈینیل رچرڈ کے نزدیک وہ کافی مغرور انسان تھا جو بنا مطلب کے کسی کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔

ٹیم ممبرز اپنی کچھ تصاویر بنا کر ہیش ٹیگ کے ساتھ اپنے اکاونٹ پہ چسپاں کرنے لگے۔ ڈائیریکٹر نے نور کو چلنے کا اشارہ کیا جس پہ وہ اس مداح کو الوداع کہتے آگے بڑھی۔

سیکیورٹی گارڈ کو سامان کی ٹرالی گھسیٹنے کا اشارہ کرتے وہ ڈینیل رچرڈ سے چند پروفیشنل باتیں کرتا گاڑی کی جانب بڑھا۔

پاسپورٹ دکھانے کی باری آئی تو اس نے لانگ کورٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ مگر وہاں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ ایک منٹ لگا تھا اور نور کا سانس اٹکا۔

کیا وہ برلن آتے ہی اپنا پاسپورٹ گم کر چکی تھی؟

کلائنٹ سے معذرت کرتے وہ واپس ائیرپورٹ کے اندر آیا۔ بقول اس کے اس کا فون کہیں گر گیا تھا۔ سیکیورٹی اہلکار نے اسے یہیں رکنے کا کہہ کر خود فون تلاش کرنے کا کہا جس پہ حدید کی ایک گھوری نے ہی اسے خاموش کروا دیا۔ اب وہ خاموشی سے کلائنٹ کی ہدایت پہ اس کا سامان گاڑی میں لوڈ کر رہا تھا۔

وہ اپنے لانگ کوٹ اور جینز کی تمام جیبیں دیکھ چکی تھی مگر اس کے پاسپورٹ کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے اپنی ٹیم سے دور آ کر اپنا پاسپورٹ ائیرپورٹ کی راہداریوں میں تلاش کرنے لگی۔ چہرے پہ پریشانی کا عکس واضح تھا۔ وہ چاہتی تھی

www.novelsclubb.com

کہ اسے اپنی اس لاپرواہی کا ذکر اپنی ٹیم سے نہ کرنا پڑے۔اس لیے اسے جلد از جلد پاسپورٹ تلاشنا تھا۔

زمین پہ غور سے کھوجتے ہوئے اس کی آنکھیں ایک ایک چپے کو سکین کر رہی تھیں۔اسے جلد از جلد اپنا پاسپورٹ چاہیے تھا۔وہ جانتی تھی کہ پاسپورٹ یہیں کہیں ہے کیونکہ جس وقت وہ جہاز سے اتری تھی اس کا پاسپورٹ اس کے پاس ہی تھا۔ہجوم میں ادھر سے ادھر جاتے لوگوں کے درمیان وہ متفکر سی پورے ائیر پورٹ پہ گھوم رہی تھی جب اسے اپنے قریب ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"زخرف نور"

اپنے نام کی یہ پکار اسے اپنے بالکل پیچھے سے سنائی دی۔وہ تھمی اور پلٹی۔اس کے بابا کے بعد پہلی بار کسی نے اس لہجے میں اسے اس کے پورے نام سے پکارا تھا۔اس کا تھمنا اور پلٹنا یقینی تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ پلٹی تو مقابل کو دیکھ کر پلک تک جھپکنا بھول گئی۔کالی ہائی نیک کے ساتھ سفید سوٹ پہنے وہ شخص اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔وہ جس کی خاطر اس شہر آئی تھی، جس تک رسائی کے لیے وہ ایک ماہ سے ترکیبیں بنا رہی تھی وہ اس کے بالکل سامنے موجود تھا۔اسے لگا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔بھلا ایسے اتفاق بھی ہوتے ہیں مگر وہ بھول چکی تھی کہ کچھ بھی اتفاق سے نہیں ہوتا۔ہر چیز پہلے سے متعین ہوتی ہے کچھ قدرت کی طرف سے اور کچھ انسانوں کی طرف سے۔

حدید عالم کا چہرہ نرم سے تاثرات لیے ہوئے تھا۔چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد وہ دھیمی آواز میں گویا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"یہ پاسپورٹ آپ کا ہے؟"

وہ شائستہ انگریزی زبان میں مخاطب تھا۔لہجہ بالکل برٹش تھا۔جبکہ نور۔۔۔وہ تو ابھی تک سن کھڑی تھی۔

"آپ زخرف نور ہیں؟"

ایک نگاہ پاسپورٹ پہ ڈال کر دوبارہ اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ گویا ان دونوں چہروں کی پہچان ایک ہی شخص سے منسلک تھی۔ کمال کی اداکاری تھی۔ اگر وہ جان جاتی تو یقیناً اس کی ایکٹنگ کی مداح ہو جاتی۔

"ہاں۔۔۔ہاں یہ میرا ہی پاسپورٹ ہے۔"

اٹکتے ہوئے اردو میں کہا۔ اتنے بڑے صدمے کے بعد اس کی زبان سے شائستہ انگریزی تو نکلنے سے رہی تھی۔ کیسا انسان تھا وہ جس کے سامنے زخرف نور کی زبان ہکلا گئی تھی۔

حدید کے پاسپورٹ اس کی جانب بڑھانے سے قبل ہی اس نے اس کے ہاتھ سے پاسپورٹ اچکا۔ گویا حدید عالم اس کا پاسپورٹ لے کر بھاگنے والا ہو۔ جس پہ حدید نے اچنبھے سے اسے دیکھا پھر دھیمی آواز میں جرمن زبان میں اسے بیوقوف کہنا اپنا فرئضہ سمجھا۔ دور کھڑی اس کی ٹیم دور سے ہی اسے آوازیں دے رہی تھی۔ ان کو ایک منٹ میں آنے کا اشارہ کر کے وہ واپس حدید عالم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تھینک یو۔۔۔ تھینکس آلاٹ"

اس نے مشکور نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا جو اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔نہ جانے وہ کس چیز کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔اس کا پاسپورٹ ڈھونڈنے کا یا اس کے اچانک سامنے آ جانے کا۔

پتا نہیں کیوں لیکن زخرف نور کو اس تک رسائی اب مزید مشکل لگ رہی تھی۔

"نو تھینکس ٹو سے می تھینکس"

اس کے چہرے سے نگاہ ہٹائے بغیر جواب دیا۔وہ اس کے جواب کو سمجھنے کی کوشش کیے بغیر ہی مڑ گئی۔چند قدم آگے بڑھی، پھر پلٹی۔اس بار آنکھیں سکوڑ کر ایک بار پھر غور سے اسے دیکھا۔آنکھیں اس منظر کو دماغ تک پہنچا کر اسے ورطہ حیرت میں مبتلا کر رہی تھیں۔اسے ابھی تک اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ حدید عالم ہی ہے۔

وہیں حدید عالم ایک آخری نگاہ اس پہ ڈالتے پلٹا۔اس کا شاک بھرا چہرہ دیکھ کر ابھرتی ہنسی کو اس نے کیسے روکا تھا یہ وہی جانتا تھا۔پلٹ کر وہ گہرا مسکرایا۔دور کونے میں کھڑی اس لڑکی نے اس کو اپنی جانب دیکھتا پا کر ہاتھ ہلایا۔جس پہ اس نے سر کے خم سے اسے داد کی۔

وہ وہی لڑکی تھی جو جرمن نہیں تھی لیکن حلیے سے جرمن لگتی تھی۔

واپسی کے قدم بڑھاتے حدید عالم کے ذہن میں ایک دن پرانا منظر ابھرا۔

"تمہیں ہر حال میں کل اس لڑکی کا پاسپورٹ میرے حوالے کرنا ہے۔"

اس لڑکی نے اس کی بات پہ اس تصویر کو غور سے دیکھا جو حدید عالم کے فون میں موجود تھی۔

"یہ لڑکی پاکستانی ٹک ٹاکر ہے۔اب تم جانتی ہو ایسی لڑکیاں ایک تعریف کی مار ہوتی ہیں۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"سمجھ گئی۔ ہو جائے گا باس"

منظر چھٹ گیا۔

وہیں اس لڑکی نے اپنی کامیابی یاد کرنا چاہی۔ جس وقت وہ نور کے گلے لگی وہ جانتی تھی کہ وہ حیران ہو گی اور اسی حیرت میں وہ محسوس بھی نہیں کر پائے گی کہ کوئی اس کی جیب سے کچھ نکال رہا ہے۔ اس نے بس یہی طریقہ اپنایا۔ کسی کو اتنا شاک دو کہ وہ بھول ہی جائے کہ اس شاک میں اس کے ساتھ کیا ہو گیا۔ یہ کسی کو بھی ٹرک کرنے کا سب سے آسان طریقہ تھا۔ اور اس نے وہی استعمال کیا۔

"صحیح کہتے ہیں باس یہ ٹک ٹاکرز واقعی کافی بیوقوف ہوتے ہیں۔"

وہ لڑکی سر جھٹک کر اپنی کامیابی منانے بار کی طرف چل دی۔

حدید عالم نے زخرف نور کے سامنے آکر اس کا سارا سکون غارت کر دیا تھا۔اور یہ بات وہ بخوبی جانتا تھا۔

\-----------

www.novelsclubb.com